رام لعل فکشن کا معروف فنکار

ڈاکٹر عبیداللہ چودھری

313، بسنت پور، گورکھپور (یوپی)، موبائل: 9235895921

رام لعل ۳؍ مارچ ۱۹۲۳ء کو بمقام میانوالی (پاکستان) میں پیدا ہوئے اور ۱۶؍اکتوبر ۱۹۹۶ء کو لکھنؤ (ہندوستان) میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ رام لعل کو اردو دنیا ممتاز افسانہ نگار، ناول نگار اور سفرناموں کے خالق کی حیثیت سے جانتی ہے۔ رام لعل نے ۱۹۳۸ء میں راجہ رام موہن رائے ہندو ہائی اسکول سے سیکنڈ ڈویزن میں ہائی اسکول پاس کیا اور فوراً ہی اسی سال ملازمت میں آ گئے۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۳ء تک نارتھ ویسٹرن ریلوے کے کمرشیل محکمۂ میں بطور کمرشیل اسسٹنٹ کی ٹریننگ حاصل کی اور اسی سال لاہور میں گڈس کلرک کی جگہ پر تقرری ہوگئی۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے وقت ہندوستان آئے اور بنارس میں بطور کلیم ٹریسر کا کام کرنے لگے۔ اس کے بعد لکھنؤ آ گئے اور ترقی کرتے کرتے کلیم انسپکٹر کے عہدے تک پہنچے۔ مارچ ۱۹۸۱ء میں لکھنؤ سے ریلوے کی ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔

رام لعل نے اپنی ساری زندگی محنت، ریاضت اور جدوجہد میں بسر کی۔ آخری ایّام میں کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کی موت حرکتِ قلب کے بند ہونے کی وجہ سے لاحق ہوئی۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک زندگی کے ساتھ جیے۔ کم و بیش ۷۳ سال کی عمر پائی۔

۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا۔ آزادی نے ہندوستان اور پاکستان کو دو الگ الگ ملک بنا دیا۔ جس کے مضر اثرات سے رام لعل بھی نہ بچ سکے۔ پاکستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا۔ رام لعل بچپن سے ہی معاشی اور ذہنی اعتبار سے ہمیشہ احساس برتری کے شکار رہے۔ رام لعل نے اپنی خودنوشت ''کوچۂ قاتل'' میں اپنے گھریلو حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''میں نے جب ہوش سنبھالا تو ہمارے گھر میں خاصی خوشحالی تھی، ہمارا پرانا مکان گرا کر اُس کی جگہ نیا مکان بنوا لیا گیا تھا۔ جس کے چار حصّے تھے۔ ایک حصّہ میرے تایا ٹھاکر داس کا، دوسرا حصّہ میرے والد لچھمن داس کا اور تیسرا حصّہ میرے چچا ہری چند کا اور چوتھا حصّہ دادا اور دادی کا۔ تایا جی کے اور ہمارے باقی گھر کے درمیان اونچی دیوار تھی۔ ایک کپڑے کی دکان دادا جی کی تھی جس پر میرے والد اور چچا بیٹھتے تھے۔ ایک دوسری دکان بھی تھی جیسے کرایہ پر دیا گیا تھا۔ ہمارے مکان کے چاروں حصّے کی تعمیر اعلیٰ درجہ کی ہوئی تھی۔ اس زمانے میں کئی لوگ ہمارے نئے مکان کو دیکھنے کے لیے آتے تھے جس کی پوری تعمیر پر بیس ہزار روپیوں سے زیادہ خرچ نہیں ہوئے تھے۔'' (کوچۂ قاتل، ص:۴۱)

اسی کتاب میں ایک جگہ وہ اپنی امارت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''جب میرے والد صاحب نے ایک سنیما ہال بنوایا تو مجھ پر دُنیا کے کئی طلسم کھل گئے۔ اس وقت تک میں خاموش انگریزی فلمیں ٹورنگ کمپنیوں کے ریلوے اسٹیشن کے احاطے میں لگائے ہوئے اسکرین پر دیکھ چکا تھا۔ ایک بولتی فلم بہت پہلے بنوں میں دیکھی تھی۔ اب ہمارے سامنے لیلیٰ مجنوں، عورت کا پیار، بمبئی کی بلّی، دھوپ چھاؤں، دیوداس، پورن بھگت، الہلال، طوفان میل جیسی فلمیں تھیں۔ انھیں بار بار دیکھتے ہوئے بھی نہیں تھکتا تھا۔ والد اور چچا مجھ پر کڑی نگاہ رکھتے تھے کہ میں زیادہ فلمیں دیکھ کر اپنی پڑھائی لکھائی کا نقصان نہ کروں، لیکن چونکہ سنیما ہال اپنا تھا اور سارے گیٹ کیپر نہ صرف مجھے پہچانتے تھے بلکہ سلام بھی کرتے تھے۔''

صنفِ افسانہ نگاری کے اُفق پر رام لعل کا نام درخشاں ستارہ کی مانند جگمگا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کا وجود ہی افسانوں کی تخلیق کے لیے ہوا ہو۔ انھوں نے سب سے پہلا افسانہ بیس برس کی عمر میں لکھا تھا۔ یہ افسانہ ''تھوک'' کے عنوان سے ۱۹۴۳ء، رسالہ خیام (لاہور) میں شائع ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ سیکڑوں افسانوں کی تخلیق ہوتی گئی اور رام لعل کے نام کی شناخت اردو زبان و ادب میں قائم ہوگئی ان کے افسانوی مجموعوں میں ''آئینے''، ''انقلاب آنے تک''، ''وہ مسکرائے گی''، ''نئی دھرتی پرانے گیت''، ''گلی

گلی'' ، آواز تو پہچانو'' ، ''چراغوں کا سفر'' ، ''انتظار کے قیدی'' ، ''کل کی باتیں'' ، ''اُکھڑے ہوئے لوگ'' ، ''گزرتے لمحوں کی چاپ'' ، ''معصوم آنکھوں کا بھرم'' ، ''سدا بہار چاندنی'' ، ''ڈوبتا اُبھرتا آدمی'' ، ''ایک اور دن کو پرنام'' ، اور'' پکھیرو'' کے نام منظر عام پر آکر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ناولوں میں ''مٹھی بھر دھوپ'' ، ''نیل دھارا'' ، ''سورج جیسی رات'' ، ''چاچی کا ڈھابہ'' ، ''خاصی مقبولیت کے حامل ہیں۔ رام لعل نے دوسفرنامے ''زرد پتوں کی بہار'' اور ''خواب خواب سفر'' بھی تصنیف کیے ہیں۔

رام لعل ایک غیر معمولی شخصیت کا نام ہے۔ جو اپنے عہد کا ایک نمائندہ افسانہ نگار تھا۔ انھوں نے اپنے افسانوں کا موضوع سماجی، سیاسی اور معاشرتی زندگی سے اخذ کیا۔ سماج کے نچلے اور درمیانی طبقے کی گھٹن، بے بسی، مجبوری اور افلاس واستحصال کو دیکھا اور شدت سے محسوس کیا جس کے پیش نظر وہ بہترین اور معیاری افسانے تخلیق کر سکے۔ رام لعل ترقی پسند تحریک سے بھی وابستہ رہے۔ مشہور فنکاروں کا ساتھ رہا۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں زندگی اور سماج کی بنیادی باتیں شامل ہیں۔ مثلاً کس طرح سماج کے کمزور لوگوں کا استحصال ہوتا ہے۔ مزدوروں اور کلرکوں کے ساتھ افسر زیادتی کرتا ہے۔ ان کی مجبوریوں اور پریشانیوں کو نظر انداز کر کے اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتا ہے۔ مثال کے طور پر افسانہ ''چارج شیٹ'' میں شیر سنگھ اپنی بیوی کی بیماری اور لاچاری کو محسوس کرتا ہے، لیکن پھر بھی کام کرتا ہے۔ اس کی انھی الجھنوں کو رام لعل نے بڑے سلیقے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ رام لعل کا افسانہ ''ایک شہری پاکستان کا'' فسادات سے متعلق ان کا شاہکار ہے۔ پیار محبت کے رشتے سے لبریز انسان فسادات کے باعث کیسے کیسے حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کی عکاسی مؤثر انداز میں رام لعل کا قلم کرتا ہے۔ رام لعل نے تقسیم اور فسادات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے درد کو محسوس کیا تھا۔ یہی مشاہدات ان کی کہانیوں میں موجود ہیں۔

۱۹۶۰ء کے بعد رام لعل کے افسانوں میں غیر معمولی تبدیلی آئی تھی۔ ان کا ذہن ملک سے متعلق بڑے موضوعات سے ہٹ کر چھوٹے چھوٹے خانوں میں سمٹ گیا، سماجی، معاشی اور گھریلو موضوعات نے انھیں گھیر لیا اور رام لعل نے شروع سے ہی خود کو چند خاص موضوعات کی گرفت میں سمیٹے رکھا اس کے باوجود بھی وہ افسانوں کی دوڑ میں نہ تو پیچھے رہے اور نہ خاموش اور نہ ہی کبھی تھکن کا احساس کیا۔ افسانوں کی تخلیق سے ادب کی خدمت ہوتی رہی اور رام لعل افسانوی ادب کو جلا بخشتے رہے۔

رام لعل کے بیشتر افسانے ماضی کی یادوں کو پیش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں کچھ ایسے کردار نظر آتے ہیں جن کا تعلق رام لعل کی گزری ہوئی زندگی کے کسی نہ کسی دور سے وابستہ رہی ہے۔ جسے وہ فراموش نہیں کر سکے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رام لعل اپنے افسانوں کے کرداروں میں سانس لیتے ہیں۔

رام لعل کا نام مجاہد اردو کی حیثیت سے بھی نمایاں ہے۔ اردو کی بقا اور ترقی کے لیے وہ ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ رام لعل نے اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے اردو رابطہ کمیٹی کے ذریعہ اُتر پردیش کے گاؤں گاؤں میں جا کر عوام کو اردو زبان کی افادیت کا احساس دلایا۔ اس ضمن میں دھرنا دیا اور ایک دن پولیس کی حراست میں گزارا۔ علاوہ ازیں انھوں نے لکھنؤ میں دو عظیم الشان غیر مسلم اردو رائٹرس کانفرنس کا اہتمام کیا۔ عوام اور سرکار کو یہ احساس دلایا کہ اردو کسی خاص فرقے کی زبان نہیں ہے۔ بلکہ پورے ملک میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ رام لعل کی ادبی خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انھیں اُتر پردیش اردو اکیڈمی کا وائس چیئرمین اور فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی اُتر پردیش کا چیئرمین بنایا گیا تھا۔

رام لعل کی فنّی عظمت کا اعتراف کرنے والوں کی تعداد کافی ہے جس میں نامور اہل قلم اور فن شناس شامل ہیں۔ نفسیاتی نقّاد ڈاکٹر سلام سندیلوی نے اپنی تصنیف ''ادب کا تنقیدی مطالعہ'' میں تحریر فرمایا ہے۔ ''رام لعل دورِ حاضر کے ایک مشہور و معروف افسانہ نگار ہیں۔ وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ رہے۔ اس لیے ان کے افسانوں کا تعلق زیادہ تر مفلس طبقہ سے ہوتا ہے، مگر رام لعل کا دائرۂ فکر بہت وسیع ہے۔ ان کا قلم ایک ہی نقطہ پر گردش نہیں کرتا بلکہ وہ مختلف شعبۂ حیات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا مشاہدہ بہت عمیق اور وسیع ہے۔'' (ڈاکٹر سلام سندیلوی)

'رام لعل اپنے افسانوں کے آئینے میں' میں نیاز فتح پوری رقمطراز ہیں:

> ''یوں تو انسانی زندگی تمام فسانہ ہی فسانہ ہے اور حد درجہ بے آب و رنگ، لیکن کس قدر عجیب بات ہے کہ جب کسی اچھے افسانہ نگار کا قلم اس کو چھو لیتا ہے تو اس کی تلخیاں بھی ہمیں گوارہ ہو جاتی ہیں اور یہی وہ احساس و تاثر ہے جس پر جامع بشریت کی بنیاد قائم ہے۔ رام لعل کا فن یہی ہے اور اسی لیے وہ دلچسپ بھی ہے اور کارآمد بھی۔''

سید احتشام حسین رام لعل کی افسانہ نگاری کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''اردو افسانہ نگاری کی دنیا میں رام لعل نے اپنی جگہ مسلسل محنت، ریاضت اور طالب علمانہ لگن سے بنائی ہے۔ انھوں نے اپنی کہانی کہنے کی فطری صلاحیت کو مطالعہ مشاہدہ اور غور وفکر سے آگے بڑھایا ہے۔ ان کے اثرات ان کے موضوع اور فن دونوں میں دکھائی دیتے ہیں۔''

پروفیسر آل احمد سرور رام لعل کی افسانہ نگاری پر اپنے تاثرات کچھ اس طرح رقم کرتے ہیں:

''رام لعل اردو کے ان افسانہ نگاروں میں سے ہیں جن کی نظر کی ہمت اور فن کی پختگی اب اردو دنیا میں تسلیم کی جا چکی ہے۔ میں نے ان کے افسانے سنے بھی ہیں اور پڑھے بھی ہیں، ان کے افسانوں میں حقیقت نگاری کے ساتھ حسن اور فن کے التزام کے ساتھ فکر کی گہرائی ہے۔ انھوں نے زیادہ تر انہی موضوعات کو چنا ہے جن سے وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ اس واقفیت کی وجہ سے ان کے افسانوں میں جان ہے۔ رام لعل کے افسانے دل میں خاموش خلش پیدا کرتے ہیں۔ ان میں آج کے مظلوم انسان کی مظلومیت اور انسانیت سے محبت دونوں کا عکس ملتا ہے۔''

اسی طرح گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

''رام لعل اردو کے ان ادیبوں میں سے ہیں جن کی ہمدردیاں نہایت وسیع ہیں، ملک اور ملک سے باہر سیکڑوں ان کے قدردان ہیں، افسانہ، ناول کے علاوہ وہ اور بھی بہت کچھ لکھتے ہیں۔ ان کی ہمدردیوں کی طرح ان کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔''

رام لعل کے افسانوں کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حسن رقمطراز ہیں:

''رام لعل کے افسانے تعمیر وتشکیل کے اعتبار سے بڑے کامیاب ہیں، ان میں جہاں کہیں تجربے کی تب وتاب آگئی ہے وہاں ان کا حسن اور بھی نکھر گیا ہے۔ جنس جیسی خطرناک اور چونکا دینے والے موضوع پر بھی رام لعل نے سنجیدگی اور احتیاط کے ساتھ قدم اُٹھایا ہے۔ شرنارتھیوں کی زندگی اور ماحول سے مطابقت پیدا کرنے کی نفسیاتی کشمکش۔ ریلوے کالونی۔ ٹرین کے ڈبے اور گودام کے کاؤنٹر سے جھانکتے ہوئے انسانی چہروں کی سرگزشت رام لعل کے محبوب موضوع ہیں اور یہی موضوعات رام لعل بہت باریک بینی اور فنکارانہ چابک دستی کے ساتھ اپنے خوبصورت افسانوں میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔ رام لعل کے افسانے اردو افسانے کی قوس قزح کا ایک دلنواز رنگیں جز ہیں۔''

ممتاز افسانہ نگار کرشن چندر رام لعل کے افسانوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''رام لعل کے افسانے چھوٹے چھوٹے ہندوستانی گھروں کے دُکھ درد اور خوشیوں کے افسانے ہیں یہ عوام کے سیدھے سادے جذبات کے تانے سے بُنے گئے ہیں۔ یہ افسانے مرعوب نہیں کرتے متاثر کرتے ہیں ان میں گرانبار الفاظ کی بوجھل ترکیبیں نہیں سادہ رنگوں کی مصوری ہے۔ جو دل میں اُتر جاتی ہے۔ ان افسانوں کا لہجہ ان کا پیرہن حقیقی زندگی سے مستعار ہے۔'' (کرشن چندر)

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ رام لعل اپنے عہد کے غیر معمولی افسانہ نگاروں کی صف میں شمار کیے جاتے تھے۔ انھوں نے افسانوی ادب میں اپنے فن پاروں کے ذریعہ اپنے افکار وخیالات کے وہ جوہر دکھائے ہیں جسے اردو دنیا فراموش نہیں کرسکتی ہے۔ اردو زبان وادب کی تاریخ میں وہ ہمیشہ روشن رہیں گے۔

○○

قارئین سے گزارش

اردو اکادمی، دہلی سے شائع ہونے والے رسالے 'بچوں کا ماہنامہ امنگ' اور 'ایوانِ اردو' دہلی اپنی مقبولیت کے سبب ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچتے ہیں، لیکن پھر بھی بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انھیں رسالہ نہیں ملا۔ وہ پہلے اپنے ڈاک خانہ سے رجوع کریں اور اپنا اندراج نمبر اور پتا چیک کرائیں۔ ساتھ ہی اپنے احباب اور متعلقین کو دونوں رسالوں کے خریدار بنائیں۔ تاکہ اردو کے فروغ میں آپ کی بھی حصّہ داری ہوسکے۔ (ادارہ)